مفتی محمد مصباح الدین تابانی*

بحث و نظر
خاص برائے الحق

# رؤیت ہلال...... اختلاف مطالع اور فلکی حساب

(دوسری قسط)

## استدلال کے حیرت انگیز نتائج

اس طرز استدلال کو قبول کرلیں تو عجیب نتائج سامنے آتے ہیں۔ مثلاً ملاحظہ ہو ”چونکہ حکم صوم عام ہے لہذا اس پہلو سے کہ ایک بلد میں اس کی ادائیگی کا اعتبار واجب ہے، دوسرے بلد کیلئے بھی معتبر اور کافی ہوگا۔ اب گویا دوسرے بلد والوں کو روزہ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہاں جب حکم صوم کے عام ہونے سے اسکی ادائیگی مطلق عن البلد نہیں ہو جاتی تو حکم رؤیت کے عام ہونے سے رؤیت کی ادائیگی کیسے مطلق عن البلد ہو جائیگی؟

اگر اس طرز استدلال کو باب الصلاۃ کی نص :اقم الصلاة لدلوك الشمس (الاسراء ۱۷:۷۸) پر منطبق کردیا جائے تو وہ یوں بنتا ہے کہ ان قوله تعالىٰ:

اقم الصلاة لدلوك الشمس عام فى سائر الآفاق وانه غير مخصوص باهل بلد دون غير هم وإذاكان كذالك فمن حيث وجب اعتبار دلوك اهل بلد فى الصلاة ، وجب اعتبار غير هم ايضاً یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ دلوک شمس کے وقت نماز پڑھو تمام آفاق والوں کیلئے عام ہے اور یہ حکم کسی بلد کو چھوڑ کر دوسرے بلد کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ پس جب واقعہ یہ ہے کہ اس پہلو سے کہ درباب نماز اکی اہل بلد کے دلوک کا اعتبار واجب ہے دوسرے بلد کے دلوک کا اعتبار بھی واجب ہوگا۔“

سب جانتے ہیں کہ یہاں اس طریقہ استدلال کو اپنالیا جائے تو میقات الصلاۃ کا پورا کیلنڈر ہی زیروزبر ہو جائے۔ جب یہاں ایک بلد کا دلوک شمس دوسرے بلد کے لئے کسی کے نزدیک بھی معتبر نہیں ہے تو ایک بلد کی رؤیت دوسرے بلد کے لئے کس بنیاد پر معتبر ہو جائے گی؟

آیات صیام ہی میں سے ایک آیت کے فقرہ : ولتكملوا العدة میں عدۃ کے مراد کی تعیین کے سلسلہ میں بھی امام صاحب کا طریقہ استدلال بعینہ یہی ہے۔ فرماتے ہیں :فأوجب (الله تعالىٰ) إكمل عدة

---

* شعبہ دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی انڈیا

الشهر ، وقدثبت بروية اهل بلد ان العدة ثلاثون يوما فوجب علىٰ هولاء اكمالها لا ن الله لم يخصص باكمال العدة قوما دون قوم فهو عام فى جميع المخاطبين (۴۴) یعنی اللہ تعالیٰ نے تعداد ماہ کو پورا کرنا واجب قرار دیا ہے کسی بھی اہل بلد کی رؤیت سے یہ ثابت ہو گیا ہو کہ تعداد ماہ ۳۰ دن ہے تو ان سب پر اس تعداد کا پورا کرنا واجب ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اکمال عدہ کو کسی ایک بلد کے لوگوں کے ساتھ خاص نہیں کیا ہے۔بلکہ یہ تمام مخاطبین کے لئے عام ہے۔

اس استدلال کا ایک سطری اختصار یہ ہے حکم اکمال عدہ عام ہے اور ایک بلد کی رؤیت سے تعداد ماہ ۳۰ دن ثابت ہو گئی لہذا دوسرے بلد کے لئے بھی اکمال عدہ ۳۰ دن کا ہو گا۔

## "صوموالرئوية عام" کا مطلب

ایک اور پہلو سے جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ امام صاحب کے اس استدلال میں پہلا مقدمہ انتہائی مبہم ہے جیسا کہ اوپر واضح ہوا اخذ کردہ نتیجہ کے لحاظ سے صوموالرؤیۃ کے عام ہونے کا مطلب ہو گا: اعتبار رؤیت کا عام ہونا جو کہ فقرہ صوموالرویۃ کا عام ہونے کا صحیح مفہوم نہیں ہے اور اسی لئے یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔
صوموالرؤیۃ کے عام ہونے کے حسب ذیل ۵ مطالب ہو سکتے ہیں: صوموالرؤیۃ عام ہے: یعنی

(۱) حکم صوم بسبب اعتبار رؤیت عام ہے (۲) حکم حکم رؤیت (تحقق رؤیت) عام ہے
(۳) اعتبار رؤیت عام ہے (۴) حکم صوم بسبب تحقق رؤیت عام ہے
(۵) حکم صوم بسبب اعتبار رؤیت عام ہے۔

ان میں صرف ایک معنی صحیح و کامل ہے۔باقی معانی یا تو ناقص ہیں یا بالکلیہ غلط ہیں۔ چنانچہ معنی نمبر ۳ اور ۵ یکسر غلط ہیں۔ صحیح و کامل معنی جو کہ مقصود ہے وہ نمبر ۴ ہے یعنی حکم صوم بسبب تحقق رؤیت عام ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ صوموالرویۃ کے فقرہ کا مدعائے اصلی تعلیق الصوم بالرویۃ کا بیان ہے یعنی یہ کہ ادائے صوم تحقق رؤیت پر معلق ہے۔ رؤیت محقق ہو گی تو صوم واجب الادا ہو گا۔ اور اس معنی کا اقتضاء اسکے بالکل برعکس ہے جو امام صاحب کا اخذ کردہ نتیجہ ہے۔امام صاحب کے استدلال میں معنی نمبر ۵ اختیار کر لیا گیا ہے۔ جو مدلولات ستہ میں سے صوموالرؤیۃ کا کوئی مدلول نہیں ہے۔ (۴۴)

## تعلیق الصوم بالروية کی حقیقت

یہ استدلال تعلیق الصوم بالرؤیۃ کی حقیقت کے بھی خلاف ہے جو کہ اس حدیث کا مدعا ہے۔ صوم و رؤیت کے مابین جو تعلیقی رشتہ پایا جاتا ہے وہ حکم اور علت کا رشتہ نہیں ہے کہ حکم صوم کا رشتہ کا ثبوت رؤیت پر معلق ہو۔ یہ رشتہ حکم و شرط کا بھی نہیں ہے۔ (۴۶) کہ اداء صوم کی صحت رؤیت پر منحصر ہو۔ فی الواقع یہ تعلیقی

ربط حکم و سبب کا ہے (۴۷) یعنی یہ کہ صوم کی نفس ادائیگی رؤیت سے وابستہ ہے گویا یہ تعلیق الحکم بالسبب ہے۔ اسی لئے اس حدیث رؤیت سے کوئی ایسا معنی اخذ کرنا درست نہیں ہوگا جو صوم ورؤیت کے اس سببی تعلیق کے مغائر ہو۔ پس جس طرح حکم صیام عام ہے اسی طرح تعلیق رؤیت بھی عام ہوگی۔

## حکم اور سبب حکم (۴۸)

علم اصول میں حکم و سبب سے متعلق کچھ ضابطے مقرر ہیں جن کی روشنی میں مسئلہ کی مزید بہتر تفہیم و تشریح ہو سکتی ہے۔ ضابطہ یہ ہے کہ ہر حکم شرعی ایک خطاب ہے جس سے کسی فعل کا نفس وجوب یعنی اس کا تکلیف شرعی ہونا ثابت ہوتا ہے پھر یہ جاننے کے لئے یہ خطاب مکلفین پر بالفعل کب متوجہ ہے ہر حکم کے ساتھ شارع کی جانب سے ایک سبب متعین ہوتا ہے تاکہ جوں ہی وہ سبب متحقق ہو یہ معلوم ہو جائے کہ خطاب متوجہ ہوگیا ہے اور اب اداء حکم واجب ہوگیا ہے۔ اس طرح ہر حکم شرعی اپنے سبب سے وابستہ ہوتا ہے جس کے تحقق کے بغیر اداء حکم کا خطاب مکلفین کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ شارع کا صیغۂ خطاب حکم کا نفس وجوب بتانے کے لئے۔ شریعت کا عام ضابطہ یہ ہے کہ خطاب تکلیف (نفس وجوب) صادر کر دیا جاتا ہے اور وجوبِ اداء کیلئے الگ سے کوئی صیغۂ خطاب بار بار وارد نہیں ہوتا۔ بلکہ اس غرض کیلئے ایک سبب متعین کر دیا جاتا ہے گویا تحقق سبب ادائے حکم کو واجب کرتا رہتا ہے۔ یہی حقیقت اصول فقہ میں تعلیق الحکم بالسبب یعنی سبب پر حکم کی تعلیق کہلاتی ہے۔

## تعلیق الحکم بالسبب

ہر حکم معلق بالسبب ہے خواہ حکم خاص ہو یا عام، اور ہر مخاطب بالحکم مخاطب بالتعلیق ہے۔ سبب کے ساتھ حکم کی تعلیق تحقق سبب کے ساتھ اداء حکم کی تعلیق ہے یعنی اداء حکم کے لئے سبب لازم ہے معلق (حکم) اور معلق بہ (سبب) دونوں ہی حتماً لاینفک ہیں۔ حکم کہیں بھی تعلیق سبب سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ ایسا نہیں ہوگا کہ مصر وشام میں تو حکم تعلیق سبب کے ساتھ مخاطب ہو اور حجاز و یمن میں بلا تعلیق۔ یا یہ کہ سبب تو اہل حجاز کا ہو اور حکم اہل عراق پر مخاطب ہو، یا سبب تو ایک دن متحقق ہو اور حکم دوسرے دن مخاطب ہو۔ غرض ادائے حکم اور تحققِ سبب کا ساتھ کہیں نہیں چھوٹے گا، کیونکہ اداء حکم تحقق سبب پر معلق ہے ہر مقام اداء پر اس تعلیقی رشتہ کی موجودگی لازم ہوگی کہیں بھی حکم و سبب کا مابین یہ تعلیقی ربط ٹوٹ نہیں سکتا۔

## رؤیت کس نوعیت کا سبب ہے۔

سبب اپنے تحقیق کے اعتبار سے مختلف قسم کا ہو سکتا ہے:

اول: سبب کا تحقق مکلفین کیلئے یکبارگی اور متصل ہو، یہ سبب خالص مکانی ہوتا ہے۔ اس میں اداء حکم مکرراً

مطلوب نہیں ہوتا جیسے حکم حج کا سبب بیت اللہ کا وجود ہے۔

دوم : سبب مکلفین کے حق میں مختلف مقامات پر نوبتاً (یکے بعد دیگرے) متحقق ہو۔ یہ سبب بیک وقت زمانی و مکانی (مقید بالمکان) ہوتا ہے۔ اس میں اداء حکم مکرر ا مطلوب ہوتا ہے اور اسی لئے تحقق سبب بھی مکرر ہوتا ہے جیسے حکم صلاۃ کا سبب دلوک شمس

سوم : سبب کا تحقق ہر مکلف کے لحاظ سے الگ الگ انفرادی طور پر بھی ہو سکتا ہے جیسے زکوٰۃ کا سبب ملکیت نصاب

چہارم : سبب کا تحقق مکلفین کے حق میں خارجی حالات پر منحصر ہو جسے کفر و شرک کی موجودگی کی بنا پر جہاد بالقرآن (دعوت) ظلم اور کفر جارح کی بنا پر جہاد بالسیف (قتال)

ان سبب کے سلسلہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جن مکلفین کے حق میں سبب جس صورت میں تحقق ہوگا، خطاب اداء بھی اسی لحاظ سے متوجہ ہوگا۔ رؤیت چونکہ روئے زمین پر متناوباً متحقق ہوتی ہے اسلئے ادائے صوم کی ابتداء و انتہا بھی متناوبا ہوگی۔

## سبب ہمیشہ مقامی اور حقیقی ہوتا ہے

سبب کیساتھ حکم کو وابستہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مکلفین سبب کے تحقق کو جان کر حکم کو ادا کریں۔ گویا سبب خطاب کے متوجہ ہونیکی علامت ہے چنانچہ سبب ان ہی چیزوں کو قرار دیا جاتا ہے جن کی حیثیت مکلفین کے حق میں واضح علامت کی ہو۔ اور اگر یہ سبب میقات کے مقصد سے ہو تو یہ ایسے قدرتی آثار و مظاہر کو قرار دیا گیا ہے جن تک ہر انسانی آبادی کی براہ راست اور حقیقی رسائی ہو۔ ہلال کی میقاتیت میں بھی یہ سارے پہلو مد نظر ہیں تاکہ مکلفین کو سبب کے تحقق کا علم فطرتاً، ابتداً اور اصالتاً فراہم ہو۔

اسی لئے شرعی سبب کا مزاج یہ ہے کہ وہ یسری، فطری اور طبعی ہونے کیساتھ ہمیشہ حقیقی ہوتا ہے وہ کبھی عسری، غیر فطری، مصنوعی، مجازی یا اعتباری نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے کسی حکم کا سبب ہوتا ہی وہ ہے جو ہر مقام کے مکلفین کے لئے متحقق ہو سکے۔ اگر وہ سبب علامت بن کر متحقق نہ ہو تو مکلفین کو خطاب کے متوجہ ہونے کا علم ہی نہ ہونے پائے اور ظاہر ہے کہ دوسرے مقام کے قدرتی آثار قابل رسائی نہیں ہو سکتے۔ سبب کوئی اطلاعی چیز بھی نہیں کہ اسکی اطلاع کا کوئی مصنوعی انتظام اصلاً درست ہو۔ یہ اعتباری بھی نہیں کہ کہیں کا سبب کہیں کیلئے معتبر قرار دے دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بات دین قویم کے مزاج کے خلاف ہے کہ کوئی تکلیف شرعی عائد تو ہو کسی مقام کے مکلفین پر اور اسکا سبب ظاہر ہو دوسرے مقام پر اس کے برعکس شارع سبحانہ و تعالیٰ نے جس طرح ہر مقام کے مکلف کو اپنے حکم سے باخبر کرنیکا انتظام فرمایا ہے اسی طرح اس نے اسکے سبب کے ذریعہ اداء حکم کے وقت سے آگاہ کرنے کا بھی تکوینی اور طبعی اہتمام و انصرام کیا ہے۔

بلد غیر کی رؤیت کا اعتبار سبب کے اصولی ضابطوں کے خلاف

مذکورہ بالا تشریح کی روشنی میں یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ کہ ایک بلد کیلئے دوسرے بلد کی رؤیت کو معتبر قرار دینا کس قدر خلاف ضابطہ ہے۔ ایسا کرنے سے رؤیت ہر بلد کیلئے حقیقی نہیں رہتی بلکہ بعض کے لئے حقیقی اور بعض کیلئے محض اعتباری یعنی غیر حقیقی ہو جاتی ہے۔ اسطرح بعض بلاد کا روزہ رکھنا اداء حکم بالسبب بن جاتا ہے۔ حقیقی ہونا سبب کا خاصہ ہے لہذا کوئی ایسا مطلب نہیں لیا جاسکتا جو سبب کے اس وصف کو مجروح کرے۔ رؤیت کی حقیقی نوعیت یہ ہے کہ اسکا تحقق متنادبا ہوتا ہے جسکا تقاضا یہ کہ سبب کی تبعیت میں حکم بھی اسی طرح متنادبا ادا ہو حکم اپنے سبب کے تابع ہوا کرتا ہے نہ کہ سبب اپنے حکم کے جہاں تک حکم صوم کے عام ہونے کا تعلق ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سبب کو اعتباری قرار دیدیا جائے اور نہ حدیث رؤیت اس معنی کی کسی طور سے متحمل ہے کیونکہ یہ معنی اس حدیث کے مقتضی کے خلاف ہے۔

نصوص کی مراد کی تعیین کیسے ہو

اسکے لئے تین قواعد فقہیہ حسب ذیل ہیں(۴۹)

(۱) ان اللفظ اذا کان حقیقه لمعنی و مجاذا لاخر فالحقیقة اولی۔ یعنی حقیقی و مجازی معانی میں سے حقیقی کو ترجیح دیا جائے گا۔

(۲) ان احد المحملین اذا اوجب تخصیصاً فی النص دون الآخر فالحمل علی مالا یستلزم التخصیص أولی۔ یعنی محمل و مصداق میں سے جو تخصیص کو مستلزم نہ ہو اسے اختیار کیا جائے گا۔

(۳) ان النص اذا قرئی بقرائتین او روی بروایتین کان العمل به علی وجه یکون عملا بالوجهین اولی ۔ یعنی نص کی دو قرائتیں یا روایتیں ہوں تو اس معنی کو ترجیح حاصل ہوگی جس سے دونوں پر عمل ہو جائے۔

آیئے اب دیکھیں کہ مذکورہ قواعد کی روشنی میں نص : صوموالرویۃ کی مراد کیا ہے۔

(۱) حقیقت اولی ہے :

روزہ کے لئے ہر بلد کی اپنی محقق رؤیت کا ہونا حقیقی معنی ہے اور کسی بلد کیلئے دوسرے بلد کی رؤیت کا اعتبار مجازی معنی ہے اس لئے ہر بلد کی اپنی محقق رؤیت ہی راجح ہے کیونکہ حقیقت کو ترک کر کے مجاز کو اختیار کرنے کی ۵ ہی بنیادیں ہو سکتی ہیں(۵۰) جبکہ یہاں رؤیت کے حقیقی معنی کو ترک کر کے اسے مجازی معنی میں لینے کے لئے ان میں سے کوئی بنیاد موجود نہیں ہے۔

پہلی بنیاد 'دلالت عرف' ہے یعنی عرف وعادت میں اسکا استعمال حقیقی معنی میں متروک ہو کر صرف

مجازی ہی معنی میں رہ گیا ہو جیسے لفظ صلاۃ دعا کے معنی میں متروک ہے ظاہر ہے کہ رؤیت کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔

دوسری بنیاد 'دلالت فی نفس الکلام' ہے یعنی یہکہ لفظ بذات خود یہ بتائے کہ اس سے حقیقت مراد نہیں ہے مثلاً لفظ لحم (گوشت) سے مچھلی کا گوشت مراد نہیں ہو سکتا اسی طرح لفظ رؤیت بذات خود چاند کے 'عینی مشاہدہ' اور 'بصری معاینہ' کی طالب ہے۔

تیسری بنیاد دلالت حال المتکلم ہے یعنی صاحب کلام کی صفت و حالت سے ظاہر ہو کہ حقیقت مراد نہیں ہے جیسے اللھم اغفرلی بندے کی طرف سے درخواست ہی ہو سکتی ہے نہ کہ حکم۔ اسی طرح صوموالرویۃ کے متکلم (نبیؐ) کے زمانہ کے حالات میں یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ رؤیت سے آپؐ کی مراد دوسرے بلاد بعیدہ (مطلع غیر جیسے دور دراز علاقوں) کی رؤیت ہو گی۔

چوتھی بنیاد دلالت محل الکلام ہے یعنی محل کلام سے ظاہر ہو کہ حقیقت مراد نہیں ہے مثلاً انما الاعمال بالنیات کا لفظی حقیقی معنی یہ ہو گا کہ نیت کے بغیر عمل وجود میں نہیں آسکتا۔ یہ معنی خلاف واقعہ ہونے کے ساتھ محل و موقع کلام کے بھی مناسب نہیں ہے، لہذا مجازی معنی ہی مراد ہو گا یعنی یہ کہ عمل کا ثواب یا حکم نیتوں پر منحصر ہے۔

پانچویں بنیاد دلالت سیاق الکلام ہے یعنی سیاق و سباق کلام سے ظاہر ہو کہ حقیقت مراد نہیں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان 'فمن شاء فلیکفر۔ یہ ارشاد زجر و توبیخ اور چھوٹ دینے کیلئے ہے حکم یا کفر کو اختیار کرنے پر پسندیدگی کے اظہار کے لئے نہیں ہے۔ زیر بحث معاملہ میں احادیث رؤیت کا سیاق و سباق تمام تر مقامی (حقیقی) رؤیت کے حق میں ہے۔ رؤیت کو غیر مقامی ماننے کی صورت میں حدیث کے بیشتر حصے بے معنی و بے مصداق ہو کر رہ جاتے ہیں چنانچہ فان غم علیکم فاکملوالعدۃ اور فان شھد شاھدان میں واضح اشارہ موجود ہے کہ حدیث کا خطاب حقیقی ہے یعنی مقام عبادت صوم سے متعلق ہے۔ متکلم کے پیش نظر بیک وقت ساری دنیا تھی کہ ایک ہی مطلع کے حدود کے بارے میں بھی صحو اور غیم کی کیفیت بیان کرنا مقصود نہیں ہو سکتا، بلکہ اسوقت کے محدود ذرائع ابلاغ و اطلاع کی صورتحال میں تو اس طرح کا خیال بھی نہیں آسکتا تھا یہ تصور کرنا کہ ایک پورے مطلع کے طول و عرض میں بیک وقت 'غیم' ہو یا اتنے طویل و عریض خطہ میں صرف دو شاہد رؤیت کر سکیں، نا قابل فہم ہے۔ اور اگر آج کے ذرائع ابلاغ کی موجودگی میں حالت ابر اکمال عدہ اور شہادت شاہدین کے ضابطوں کو منطبق کیا جائے تو سرے سے یہ تمام صورتیں بے مصداق ہو جائیں گی کیونکہ ایسا شاذ ہی ہو سکتا ہے کہ ایک پورے مطلع کے حدود میں ابر پایا جائے اور نتیجتاً "اکمال یا شہادت" کے ضابطوں کی حاجت رہ جائے۔

(۲) عدم تخصیص اولیٰ ہے

باب رؤیت کی تمام احادیث ملکر رؤیت کی ایک نص بناتی ہیں اب اگر صوموالرویۃ میں لفظ رؤیت کا محمل اعتباری رؤیت کو قرار دیں تو اس معنی کے اندر حدیث عدد یعنی تسعة و عشرون سے تخصیص لازم آئے گی۔ کیونکہ ایسا بہت ممکن ہے کہ یہ اعتباری رؤیت بعض بلاد میں اس روز واقع ہو جبکہ وہاں حقیقتاً ۲۹ تاریخ ہو۔ اسطرح وہاں اعتباری رؤیت کو جاری کرنے کے معنی مہینے کو غیر حقیقی طور پر ۲۸ کردینا ہوگا۔ جو کہ حدیث عدد کیخلاف ہے۔ نتیجتاً اعتباری رؤیت کے اجراء کے عمل میں ان بلاد کی تخصیص کرنی ہوگی جن میں یہ صورتحال پیدا نہ ہو یا یوں کہیں کہ اعتباری رؤیت کے عمومی انطباق سے بعض بلاد کو اس مخصوص حالت میں مستثنیٰ کرنا ہوگا۔

اس کے برعکس لفظ 'رؤیت' کا مصداق حقیقی رؤیت کو قرار دینے میں حدیث عدد سے اسکی تخصیص کی کوئی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ ہر بلد میں حقیقی رؤیت کے جاری ہونے سے عدد منصوص کا خود بخود لحاظ ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رؤیت اور مہینہ کے ایام کی تعداد دونوں ہی طبیعاتی حقائق ہیں اور حدیث عدد اسی طبعی حقیقت کا بیان ہے نہ کہ کوئی شرعی حکم۔

**(۳) عمل بالوجہین اولیٰ ہے**

رؤیت کی بابت جتنی نصوص وارد ہوئی ہیں خواہ وہ قرآنی آیات ہوں یعنی فمن شهدمنكم الشهر اور قل هى مواقيت للناس ، یا احادیث و آثار ہوں جیسے صوموالرئوية وافطروا الرئوية وانسكوالها اور حدیث کریب -- ان سب پر عمل اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ رؤیت سے مراد ہر مقام پر حقیقی رؤیت ہو۔ اعتباری رؤیت مراد لینے کی صورت میں ان تمام نصوص پر یکساں طور سے عمل ممکن نہیں۔ یہ مطلب فی الواقع ہلال کی میقاتیت کو ایک خطہ ارض میں معطل کردیتا ہے۔ فمن شهد منكم الشهر میں منکم کے دون بعض کے مصداق کو منسوخ کردیتا ہے۔ وانسكوالها میں یہ مفہوم جاری نہیں پاتا کیونکہ مکہ مکرمہ میں مناسک حج کی ادائیگی اعتباری رؤیت کے ذریعہ بالاجماع نہیں ہو سکتی۔

**میقات صلاۃ اور میقات صیام**

نماز کی توقیت سے متعلق قرآنی آیت اور حدیث رؤیت کا اسلوب بیان یکساں ہے یعنی اقم الصلاة لدلوك الشمس اور صوموالرئوية الهلال ان دونوں میں صرف صیغے یعنی واحد اور جمع کا فرق ہے یعنی 'اقم' واحد ہے اور 'صوموا' جمع۔ باقی صلاۃ و صیام دونوں احکام کو ایک ہی انداز (۵۱) پر حرف جر 'ل' کے ذریعہ بالترتیب 'دلوک شمس' اور رؤیت ہلال پر معلق کیا گیا ہے۔ شمسی اور ہلالی دونوں ہی میقاتیں قرآن کی متعین کردہ ہیں۔ لہذا ہونا تو یہی چاہیے تھا کہ القرآن يفسر بعضه بعضا کے اصول پر جس طرح شمسی میقات صلاۃ تمام بلاد میں دلوک شمس کے تکوینی ضوابط پر قائم ہے اسی طرح ہلالی میقات صیام بھی طبعی قواعد پر مبنی ہوتا اور اس طرح

النصوص یوید بعضها بعضا (نصوص باہم دگر موید ہوتی ہیں) کے عمومی اصول کے مطابق ہوتا اور واقعہ یہ ہے کہ ہر دور کے محقق اور صاحب اجتہاد فقہاء قمری سال کے مہینوں میں طبعیاتی حقائق کے لحاظ کے قائل رہے ہیں(۵۲) امام قرافی مالکی فرماتے ہیں:

یحب ان لکل قوم رئویتهم فی الاهلة کما أن لکل قوم صلواتهم (۵۳) یعنی واجب ہے کہ ہر قوم کے لیئے اسی طرح انکی اپنی رؤیت ہو جیسا نمازوں کے اوقات ہر قوم کے لیئے انکے اپنے ہوتے ہیں۔

اور یہی بات اس فقہی قاعدہ کے بھی موافق ہے کہ ہر قوم اسی چیز کی مخاطب ہے جو اسے میسر ہے امام زیلعی حنفی فرماتے ہیں والاشبه ان یعتبرای اختلاف المطالع لأن کل قوم مخاطبون بماعندهم (۵۴) مگر یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ ہلالی میقات میں اصل: مطالع کے اختلاف کا اعتبار ہے۔ اکثر فقہاء متقدمین اور بعض متاخرین موجودہ عصر تک ماہ صیام وافطار کو بلکہ ماہ قربان کو بھی میقات ہلالی کے اصل اور تمام قاعدے سے مستثنیٰ کر دیتے(۵۵) اور مطالع ہلال کے طبعی اختلاف کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں(۵۶) انکے نزدیک اس تخصیص و تفریق کی دلیل حدیث رؤیت ہے (۵۷) مگر جیسا کہ واضح ہوا رؤیت اعتباری کا یہ مفہوم نص کی چھوں دلالتوں یعنی عبارۃ اشارۃ تنبیہ اقتضاء خطاب اور علت میں سے کوئی دلالت نہیں ہے۔ بلکہ اسکے برعکس حدیث رؤیت اپنے عبارۃ النص اور اقتضاء سے نیز اپنے سیاق و سباق کے داخلی قرائن سے اس مفہوم کو کلیتاً رد کرتی ہے۔ عرف و عادت اور مذہب صحابی ابن عباسؓ کے فتویٰ کے شرعی دلائل بھی اسکے مخالف ہیں۔

فقہ الحدیث کا عام قاعدہ یہ ہے کہ الاحادیث یشرح بعضها بعضا (حدیثیں ایک دوسرے کی شرح کرتی ہیں) اس لحاظ سے راجح یہ ہے کہ کسی حدیث کا ابتدائی مفہوم ہی وہ لیا جائے جو دیگر احادیث باب سے ہم آہنگ ہو اور ہر حدیث ممکن حد تک اپنے پورے عمومی معنی میں معمول بہ رہے نہ کہ ایسا مفہوم جس سے معانی حدیث کا عموم باہم متصادم ہو جائے اور نتیجتاً ایک کو دوسرے کی مخصص قرار دینا پڑے۔ اس روشنی میں دیکھیں تو اعتباری رؤیت کا مفہوم نہ صرف کئی دیگر احادیث سے متعارض ہو جاتا ہے بلکہ خود اپنی ماخذ حدیث کے عبارۃ النص اور اقتضاء کی مخالفت کرتا ہے اس طرح یہ مفہوم اس حدیث کی معنوی تحریف بھی ہے کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ فقہاء کے درمیان ایک ہی حدیث رؤیت اعتبار مطالع کے حق میں بھی بطور دلیل پیش کی جاتی ہے اور عدم اعتبار کے حق میں بھی مگر کتنی روشن ہے یہ بات کہ ایک ہی دلیل سے دو متضاد نتائج نکلنا محال ہے اوپر آپ نے دیکھا کہ امام رازی جصاصؒ نے حدیث صوموا الروية سے کس طرح استدلال کیا ہے اب دیکھیں کہ امام قرطبیؒ اسی حدیث کو انکے مخالفین کی دلیل قرار دیتے ہیں: ومخالف (اصحاب أبی حنیفه) یحتج بقوله

صوموالروية و افطروالرويه وذالك يوجب اعتبار عادة كل قوم فى بلدهم (۵۸) یعنی امام جصاص کی رائے سے اختلاف کرنے والے اپنی رائے کے حق میں آنحضورؐ کی حدیث : صوموالرویۃ سے استدلال کرتے ہیں، کیونکہ یہ حدیث اس بات کو واجب قرار دیتی ہے کہ ہر قوم کے معاملہ میں انکے اپنے بلد کی عادت و عرف کا اعتبار کیا جائے۔

## شریعت کا مزاج کیا ہے :

دین اسلام کے اساسی افکار و عقائد اور فروعی مسائل و احکام دونوں ہی معقولیت اور حقیقت پسندی پر قائم ہیں۔ شرعی احکام اور 'کونی' حقائق میں توافق شریعت الٰہی کا خاصہ ہے کیونکہ تکوین و تشریع دونوں کا مصدر ایک ہی حکیم ذات ہے کوئی حکم شرعی کسی معروف تکوینی مظہر کے حوالہ سے مقرر کیا گیا ہو اور اس طبعی حقیقت کا اعتبار نہ ہو یہ بات شریعت غراء کی روح کے خلاف ہے ملت بیضاء کی طبیعت اس سے اباء کرتی ہے کہ وہ کسی ایسے حکم کو خدائے حکیم کا حکم مان لے جو عقل عام منطق سلیم، معروف طبیعی اور عادت کونی کے سراسر مغایر ہو۔ اس بحث کے بعد اس امر میں شک و شبہ کا کوئی ادنیٰ شائبہ نہیں رہ جاتا کہ مطالع کے طبعی اختلاف کو معتبر نہ ماننے کی رائے ایک خطاء فاحش ہے اور اسکے واضح ہو جانے کے بعد اس پر عمل کرنا نہ صرف خلاف اصول ہے بلکہ شریعت کی مخالفت بھی۔

## محور اول

س ۲۔ اگر مطالع کے اختلاف کا اعتبار ہے تو اس کے حدود کیا ہیں ؟ (کیا اسکی تعیین میں فلکیاتی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے ؟) اصولی طور پر یہ بات طے ہو جانے کے بعد کہ کسی بلد میں روزہ کیلئے اسکی اپنی رؤیت یا دوسرے 'ہم مطلع بلد' کی رؤیت ہی حقیقی رؤیت کا مصداق بن سکتی ہے اب یہ امر قابل بحث ہے کہ 'ہم مطلع بلاد' کی شناخت کیسے ہو ؟ آیا مطالع کی حدود کی تعیین کے لئے حساب و فلکیات کو اصل بنایا جائے یا عادت و تجربہ کو۔

اس سوال کا سیدھا اور سادہ جواب یہ ہے (۵۹) کہ عادت و تجربہ کو ہی بنیاد بنایا جائے گا، چاہے اسمیں حسابی قطعیت نہ ہو۔ یہ بات ضرور متحضر رکھنی چاہیے کہ اسلام اپنے نظری عقائد میں تو بہت باریک بین واقع ہوا ہے اور قطعیت exactness کا قائل ہے لیکن اپنے عملی احکام کے معاملہ میں حسابی exacness یا سائنٹفک accuracy کا قائل نہیں ہے چنانچہ زیر بحث مسئلہ میں قطعیت کے بجائے یہ ظن غالب عمل کیلئے کافی ہے کہ فلاں فلاں بلاد عادت و تجربہ کی رو سے ہم مطلع ہیں۔ مطلع کی یقین میں حساب فلکی کو کیوں قبول نہیں کیا جانا چاہیے۔ اس پر بحث آگے آرہی ہے حساب فلکی کا سوال دراصل چند اور مسائل سے بھی وابستہ ہے اور ان پر یکجا بحث ہی مفید ہوگی۔

ہم مطلع بلاد ظاہر ہے کہ بلاد قریبہ ہی ہونگے اسی لئے جن فقہاء کا موقف اختلاف مطالع کو معتبر ماننے کا ہے انکے ہاں اختلاف مطالع کو ظاہر کرنے کے لئے عام طور پر بلد قریب اور بلد بعید کی تعبیر استعمال ہوئی ہے یعنی بلاد رؤیت اگر قریب ہے تو اسکی رؤیت واجب التعمیل ہوگی اور اگر بعید ہے تو نہیں۔ چنانچہ جمہور فقہاء متاخرین جن میں احناف حنابلہ، موالک اور شوافع سبھی شامل ہیں انکے ہاں ضابطہ کے الفاظ یہ ملتے ہیں: ان قرب البلاد فالحکم واحد، وإن بعد فلا هل کل بلد رئویتهم (۶۰) یعنی اگر باہم قریب ہوں توان سب کا حکم ایک ہوگا اور اگر دور ہوں تو ہر اہل بلد ے لئے ان کی اپنی رؤیت ہوگی۔ حدیث کریب میں 'بلد بعید' کی پہلی مثال شام و حجاز کی ملتی ہے چنانچہ قرطبی کا کہنا ہے...... فهو حجة على أن البلاد اذا تباعدت تباعدت کتب عد الشام من الحجاز فالواجب على اهل كل بلد ان تعمل على رئوية دون رئويه غيره (۶۱)

ابن عربی نے بلد بعید کی مثال مراکش اور اندلس سے دی ہے: ونظیره مالرثبت انه اهل لیلة الجمع بأغمات (فی مراکش ) وأهل بأشبيلية (فی اندلس) ليلة السبت فيكون لا هل كل بلا رئويتهم (۶۲)

قرطبی نے علامہ ابو عمر کے حوالہ سے بلد بعید کیلئے اندلس و خراسان کی مثال بھی پیش کی ہے:

واحکی ابو عمر الاجماع انه لاتراعى الرئوية فيها بعد من البلدان كالا ندلس من خراسان قال: (۶۳) وبكل بلد رئويتهم، الا ماكان كا لمصر الكبير وما تقاربت اقطاره من بلدان المسلمين (۶۴)

## بلد بعید کا مصداق

بلد بعید کا مصداق کیا ہے؟ اس سلسلہ میں فقہا کی رائے مختلف رہی ہیں۔ (۶۵) اکثر فقہا کا رجحان یہ ہے کہ عادتاً جن دو مقامات میں رؤیت کی بنیاد پر قمری تاریخوں کا اختلاف واقع ہوتا ہے وہ آپس میں بعید ہیں جو حضرات اختلاف مطالع کو معتبر نہیں مانتے رہے ہیں وہ بھی اس پر عمل کیلئے مجبور ہیں تاکہ مہینہ ۲۹ سے کم نہ ہونے پائے (۶۶)۔ اسی سے ملتی جلتی رائے یہ ہے (۶۷) کہ مقام رؤیت سے اتنا فاصلہ جہاں عادتاً چاند نظر آنا چاہیے، قریب ہے (۶۸) ایک اور رائے یہ ہے کہ علم ہیئت کے اعتبار سے جتنے فاصلہ پر مطلع بدل جاتا ہے وہ بعید ہے۔

پہلی اور دوسری رائے میں حقیقت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ تیسری رائے سے انکا فرق یہ ہے کہ ایک میں بلد بعید کی تعین کا اصل ذریعہ علم ہیئت کو بنایا گیا ہے اور دوسری میں عادت اور تجربہ کو جو کہ ایک

تقریبی طریقے نہ کہ تحدیدی جیساکہ اول الذکر ہے۔ فقہاامت تشریع اسلامی کے اصول 'یسر فطری' کی بناپر بلد بعید (مطلع) کی یقین کے لئے عادت و تجربہ ہی کو بطور اصل مانتے رہے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ ہر زمان و مکان کیلئے ایک یکسان قابل عمل معیار ثابت ہوا ہے۔ اگرچہ علم الھیئۃ کو اصل کے تابع اور ثانوی ذریعہ کے طور پر استعمال کرنے کی ایک رائے قدیم سے رہی ہے لیکن آج ذرائع لبلاغ اور سائنس وٹکنالوجی کے ارتقاء کی بناپر اس کی ثانوی حیثیت میں علم الھیئۃ کے استعمال کا جواز بعض فقہا کے زیر غور رہا ہے۔ انکے نزدیک اسے بطور تابع استعمال کرنے میں کوئی شرعی اصل مانع نہیں ہے بلکہ جس طرح تشریع احکام میں 'یسر فطری' ملحوظ ہوتا ہے سی طرح تعمیل احکام میں یسر عرفی نہ صرف مباح ہے بلکہ مستحسن و مطلوب ہے۔ بشرطیکہ یہ یسر تشریعی کے حق میں معاون ہو اور اس سے معارض یا اسکے متضاد نہ ہو جیساکہ آپ کا فرمان ہے: **یسروا ولا تعسروا** (۶۹) اس آخر الذکر رائے پر تفصیلی گفتگو آگے حساب فلکی کے ذیل میں آرہی ہے۔

تحدید مطلع کے سلسلہ میں چند رائے کتب فقہ ایسی بھی ملتی ہیں جن کا فی الحقیقت رؤیت ہلال اور اختلاف تاریخ سے کوئی تعلق نہیں ہے مثلاً ایک رائے یہ ہے کہ مسلم ملک کا ہر حصہ قریب اور بیرون ملک بعید ہے ایک دوسری رائے یہ ہے کہ ہفت اقلیم میں سے ایک اقلیم کے تمام حصے قریب اور دوسرے اقلیم میں واقع حصے بعید ہیں یا یہ رائے کہ ۲۴ فرسخ (۷۲ میل شرعی: تقریباً ۸۱/۲ میل انگریزی) بعید ہے یا یہ کہ مسافت قصر (۸۹ کم) فاصلہ بعید ہے ان رائیوں میں اس بات کی سراحت بھی ضروری نہیں سمجھی گئی ہے کہ مذکورہ معیار مقام رؤیت سے شمالاً جنوباً یا شرقاً غرباً ہر جانب یا ایک جانب ہے۔ بعض حضرات نے حدیث کریب کے پیش نظر مدینہ وشام کے درمیانی فاصلہ یعنی ایک ماہ کی پیدل مسافت (۸۰ میل) کو بعید قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ بلد بعید کی محض ایک مثال ہے نہ کہ کوئی معیاری پیانہ۔ (۷۰)

بلد بعید والے معیار پر ایک اشکال یہ پیدا کیا جاتا ہے کہ بلاد قریبہ وبعیدہ کی مستقل اور جامد طور پر تعین کرنے سے مثلاً کسی مقام کے بعید میں جو حد بھی متعین کی جائے گی اس حد سے باہر متصل علاقہ کا حکم کیا ہوگا: اگر مطلع الگ ہوگا تو بلاد بعیدہ والی بات کہاں رہی۔ اور ایک ہوگا تو پہلے مقام سے بلاد قریبہ والی بات نہ رہی۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ اشکال تاریخ کی تبدیلی والے معیار پر بھی عائد ہوگا اگر اسے مستقل اور جامد طور پر بلاد پر منطبق کردیا جائے فی الاصل صورت مسئلہ یہ نہیں ہے کہ بلد رؤیت کی جانب سے کتنا فاصلہ بلد بعید ہے بلکہ اصل صورت یہ ہے کہ خبر رؤیت کو قبول کرنے والے بلد کی جانب سے بلد رؤیت قریب ہے یا بعید؟ کیونکہ بلد رؤیت کو مسئلہ درپیش نہیں ہے بلکہ دیگر بلاد کو یہ طے کرنا ہے کہ بلد رؤیت کے قریب یا بعید ہونے کے لحاظ سے اسکی رؤیت اپنے لئے قبول کرے یا نہ کرے یہ صحیح ہے کہ بلد بعید کا معیار کوئی تحدیدی طریقہ نہیں ہے بلکہ

اسکے بجائے ایک تحدیدی طریقہ سے اور اس میں پھیلنے اور سمٹنے کی کافی گنجائش موجود ہے۔ اس حقیقت کے باوجود اس معیار کو برتنے میں کوئی عملی دشواری نہیں ہو صدیوں سے مسلمان اس پر بحسن وخوبی عمل پیرا ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تحریدی طریقہ تو ہر حال میں رؤیت بھی نہیں ہے اور سچ یہ ہے کہ اعمال کے باب میں شریعت کا مزاج ہی نہیں ہے۔

## محور اول

س ۳ : ہندوستان بشمول پاکستان وبنگلہ دیش ونیپال کا مطلع ایک ہے یا مختلف؟ بالخصوص جبکہ ان علاقوں میں بلندی کی سطح کافی مختلف ہے۔

(ا) ہندوستان کا طول وعرض سیکڑوں میل ہے پھر بھی عام معمول یہ رہا ہے کہ ایک مقام کی رؤیت پورے ملک کے لئے تسلیم کی جاتی ہے۔ مشرق میں واقع کلکتہ کی رؤیت دہلی کے لئے واجب العمل ہوتی ہے جن کے درمیان فاصلہ تقریباً ۹ سو میل ہے اور مشرق میں واقع پٹنہ کی رؤیت بمبئی کیلئے واجب العمل ہوتی ہے۔ جبکہ بمبئی کی رؤیت دہلی کے لئے تسلیم کی جاتی ہے جس کا فاصلہ ۸ سو میل کے قریب ہے(۷۱)

اس مسئلہ پر ماضی میں بھی علماء کے متعدد مجلسیں وقتاً فوقتاً ہوتی رہی ہیں انکا فیصلہ بھی یہ ہے۔ جمعیت العلماء کی جانب سے علماء کی ایک کمیٹی نے مراد آباد میں جو فیصلے کئے(۷۲) اس میں بھی یہ صراحت موجود ہے کہ ہندوپاک دونوں کے لئے رؤیت کا حکم ایک ہی ہوگا اسی طرح مجلس تحقیقات شرعیہ نے اپنے اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں جو رائے ظاہر کی تھی(۷۳) وہ یہ کہ ہندوپاک اور قریبی ملکوں مثلاً نیپال کا مطلع ایک ہی ہے اور اسکی وجہ مجلس نے یہ بتائی ہے کہ ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بُعد مسافت نہیں ہے کہ مہینے کی تاریخ میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو۔ لیکن اسی کے ساتھ اس بات کا بھی لحاظ ہوتا ہے کہ ہندوستان کے آخری مغربی کنارے پر رؤیت ہو تو اس پر دوسرے مشرقی حصوں میں عام طور پر فیصلہ نہ کیا جائے یہی عام معمول علماء ھندوپاک کا رہا ہے اور غالباً تجربہ سے بھی یہی ثابت ہے۔

(ب) ہندوستان میں عام طور پر سطح ارض کی یکسانیت پائی جاتی ہے(۷۴) تاہم بعض علاقوں میں بلندی کی سطح کافی مختلف بھی ہے۔ بعض حضرات کے خیال میں وہ جگہ بھی بلد بعید کے حکم میں ہے جو مقام رؤیت سے جغرافیائی طور پر مختلف ہو مثلاً بلند مقام اور نشیبی علاقہ ایک دوسرے کیلئے بعید ہیں۔ اس شکل میں اگر متعلقہ بلاد میں 'صحو' ہو تو اپنی رؤیت پر عمل کرنا چاہیے اور ابر ہو تو بلد غیر نہ کہ مطلع غیر کی رؤیت پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

## محور دوم

س ۱ : ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اکثر موسم کا فرق رہتا ہے۔ اور فضا میں ابر گرد وغبار یا مختلف طرح کی

کثافت کے اعتبار سے بھی انکے مابین فرق ہوتا ہے۔ اس لئے ہر جگہ مطلع یکساں صاف یا گرد آلود نہیں رہتا تو یہ معلوم کرنے کے لئے آج ۲۹ تاریخ کو مطلع صاف ہے یا گرد آلود اور کثافت زدہ اور چاند کی رؤیت ممکن ہے یا نہیں کیا محکمہ موسمیات سے مدد لی جاسکتی ہے ؟

س ۲ : یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آج ۲۹ تاریخ کو افق پر چاند کی بصری رؤیت کا امکان ہے یا نہیں کیا فلکیاتی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے ؟ تاکہ اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹ تاریخ کو چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہ ہو اور اس کے باوجود رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملے تو یا تو اسے قبول کیا جائے یا یہ کہہ کر انکی شہادت رد کردی جائے کہ ان کو غلط فہمی ہوئی ہے جیسا کہ بعض قدیم اور جدید علماء کا نقطہ نظر ہے۔

س ۳ : بعض علاقوں میں بالعموم مطلع ابر آلود رہتا ہے اور بہت کم چاند کی رؤیت ۲۹ تاریخ کو ممکن ہوتی ہے جیسے برطانیہ کے سال کے کچھ یا اکثر مہینوں میں وہاں چاند ۲۹ تاریخ کو نظر ہی نہیں آتا۔ کیا ایسی جگہوں پر ہمیشہ ۳۰ دن کا مہینہ شمار کرکے رمضان و عید کا فیصلہ کیا جائے ؟ ایسی صورت میں سال کے دنوں میں دیگر ممالک اسلامیہ کے حساب سے تقریباً ۵ دنوں کا فرق پڑ جاتا ہے اور ۶ سال میں ایک مہینہ کا فرق ہو جاتا ہے تو کیا ایسی جگہوں پر چاند کی رؤیت کے لئے ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کیا جائے یا دیگر ممالک میں رؤیت ھلال کے اعلان پر عمل کیا جائے ؟

## مذکورہ سوالات کا مختصر جواب

مذکورہ بالا سوالات میں سے ایک محکمہ موسمیات سے مدد لینے سے متعلق ہے اسکا جواب وہی ہے جو فلکیات سے مدد لینے کا ہے اور اسکی وجہ بھی دونوں معاملوں میں یکساں ہے نیز اس سے مدد لینے کی جس وجہ سے ضرورت پیش آتی ہے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا اسکا فطری متبادل بھی موجود ہے۔

ایک دوسرا سوال برطانیہ جیسے متغیر الرویۃ علاقوں سے متعلق ہے اول تو سال میں ۵ یوم کا فرق اور سال میں ایک مہینہ کا فرق محض فرضی حساب کتاب ہے۔ اگر برطانیہ میں تین چار دن بعد بھی چاند نظر آتا ہو تو تیسرے چوتھے مہینے ہی میں پچھلی گنتی کا سلسلہ بند ہو جائے گا کجا کہ ایک سال اور ۶ سال کی نوبت آئے۔ البتہ حقیقی سوال صرف یہ ہے کہ وقت پر چاند نظر نہ آنے کی وجہ سے آیا دوسرے بلاد کی رؤیت پر عمل کیا جائے یا فلکیاتی حساب پر ؟ جہاں تک فلکی حساب کا تعلق ہے اسکی بحث آئندہ آرہی ہے۔

### برطانیہ وغیرہ غیر معتدل (۷۵) ممالک کے مسئلہ کا حل :

مسئلہ کی تلاش میں دو بنیادی باتیں واضح طور پر پیش نظر رہنی چاہیں اولاً حساب و فلکیات اور جغرافیہ کے فنی علوم سے دامن بچاتے (۷۶) ہوئے مسئلہ کو حل کیا جانا چاہئے۔ کسی علم سے ضمنی طور پر مدد لینا ایک علیحدہ

امر ہے۔ ثانیاً مسئلہ کا اصل حل مقامی سطح پر افق کے آثار سے ہی ملنا چاہیے نہ یہ کہ وہ مقام دوسرے مقامات کے قدرتی آثار کا اصلاً محتاج ہو جائے۔

مذکورہ اصولی باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے غور کریں تو معلوم ہوا کہ یہ زیر بحث ممالک میں پورے ہلالی ماہ کے دوران ایسے قدرتی آثار ضرور مل سکتے ہیں جن کی مدد سے پہلی تاریخ کا تعین کیا جاسکے بہتر تو یہ ہو تاکہ خود غیر معتدل ملکوں کے راسخ العلم اور راسخ العقیدہ علماء اجتماعی طور پر متفقہ حل تلاش کرتے کیونکہ وہاں کے قدرتی اور فطری احوال و آثار کو جاننا انکے لئے آسان تھا۔ بہر حال کچھ صاحب علم مسلم مصنفین کی دی ہوئی معلومات کی بنا پر یہاں اس سلسلہ میں کچھ عرض کیا جاسکتا ہے۔ (۷۷)

برطانیہ اور اس جیسے دوسرے ممالک کے لئے مہینے کی تعین کی سادہ اور حساب کتاب سے پاک صورت یہ ہے کہ وہاں ایک ایسا اصول (formula) اپنایا جائے جو بیک وقت تین حسب ذیل قاعدوں پر مشتمل اور انکا امتزاج ہو۔

اول۔ لیلۃ البدر کا قاعدہ (۷۸) :

یعنی چودھویں شب (۷۹) کے بعد پندرہ دن گزار کر ۲۹ اور ۱۶ دن گزار کر ۳۰ باور کیا جائے۔

دوم۔ اقرب البلاد کا قاعدہ :

یعنی لیلۃ البدر کے حساب سے ۲۹ تاریخ کو رؤیت کے معاملہ میں ان ممالک کی متابعت کریں جو قریب ہوں یا جو مشرق میں واقع ہوں۔

سوم ۔ اعدل الشہور کا قاعدہ (۸۰) :

یعنی اقرب البلاد کی تعین سال کے ان مہینوں کی بنیاد پر کیں جن میں برطانیہ کی معتدل رؤیت اور انکے اقرب البلاد کی محقق رؤیت ایک دوسرے کے مطابق ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اعدل الشہور کی بنیاد پر اقرب البلاد کی تشخیص کریں اور اقرب البلاد کی رؤیت لیلۃ البدر کے ۱۵ دن گزرنے کے بعد ہی مانیں۔

## حساب فلکی کے اعتبار کے ۴ مواقع

سوالنامہ کے محور اول اور دوم میں تین مقامات پر فلکیاتی حساب کے اعتبار کی بات آئی ہے۔

(الف) مطلع (بلد بعید) کی تعیین کیلئے (ب) ابر کی حالت میں شہادت کو پرکھنے کیلئے

(ج) متعذر الرؤیہ خطوں میں رؤیت کے متبادل کے طور پر۔ بعض حضرات کے خیال میں ایک چوتھی جگہ بھی ہے یعنی (د) ابر و غبار کی حالت میں مطلقاً رؤیت کے متبادل کے طور پر۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر

جماعت فقہا سے باہر کے کچھ اہل علم و دانش کی رائے یہ ہے کہ (ہ) امت مسلمہ کے دور امت ختم ہو جانے کی بناء پر اب حساب فلکی کو مطلقاً معتبر ہونا چاہیے۔

مذکورہ پانچوں نکات کا مختصر جواب یہ ہے کہ (الف) تعیین مطلع کیلئے عادی تجربے کافی ہیں۔(ب) کسی مقام کی شہادت کو پرکھنے کے لئے دوسرے صاف مطلع والے بلاد کی تائید و تردید کافی ہوگی۔ (ج) ابر والے علاقوں میں بھی انکے ہم مطلع صحو والے مقامات کا بیان کافی ہوگا۔(۸۱)(د) غیر معتدل علاقوں میں بلاد قریبہ کی رؤیت و عدم رؤیت کفایت کریگی۔(ہ)اور جہاں تک اس پانچویں نکتہ کا تعلق ہے کہ امت مسلمہ کی حالت امیت ختم ہو جانے کی بنا پر حساب فلکی کو معتبر ہونا چاہیے یہ بات متعدد وجوہ سے درست نہیں ہے۔

جیسا کہ اختلاف مطالع کی بحث میں واضح ہوا کہ قرآن نے بنیادی طور پر شہود اور ہلال کی میقاتیت کا تصور دیا ہے اور حدیث نے اس کے لئے رؤیت کو پہلا اور آخری ذریعہ تجویز کیا ہے اور اسی کو سبب حکم قرار دیا ہے کیونکہ اسکے بغیر قرآن کا منشا پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ حتی کہ ان مواقع پر بھی جبکہ رؤیت کا طریقہ قابل عمل نہ رہ جائے جیسے ابر کی حالت میں احادیث بتکرار رؤیت ہی سے چمٹے رہنے کی تلقین کرتی ہیں۔

**احادیث عشرہ درباب رؤیت :** موطا مالک، مسند احمد، صحیح بخاری صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی اور سنن نسائی کی صرف ۱۰ متعلق حدیثیں یہاں نقل کی جاتی ہیں جو کہ ابوہریرہؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہیں۔ان حدیثوں میں امر و نہی کا انداز و اسلوب دیکھیں :

۱۔ عن ابن عمرؓ : لا تصوموا حتی تروا الهلال ولاتفطروا حتی تروه فان اغمی علیکم فاقدروا له[۸۲] (بخاری صوم ۵ مسلم ۱/ ۳۴۷)

۲۔ عن ابن عمرؓ : اذا رایتموا الهلال فصوموا واذا رایتموه فافطروا فان غم علیکم فاقدروا له اتموه ثلاثین.(بخاری صوم ۱۱)

۳۔ عن ابن عمرؓ :صوموا لرویته وافطروا لرویة فان اغمی علیکم فاقدروا له ثلاثین. (مسلم ۱/ ۳۴۷)

۴۔ عن ابن عمرؓ : الشهر تسع و عشرون لیلة فلا تصوموا حتی تروه فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلاثین (موطا مالک صیام ۳ بخاری ۱/ ۲۵۶)

۵۔ عن ابن عمرؓ : صوموا لرویة و افطروا لرویة فان غبی علیکم فعدوا ثلاثین . (احمد، مسلم ۱/ ۳۴۷)

۶۔ عن ابی ہریرہؓ :صوموا لرویة و افطروا لرویة فان غم علیکم فاکملوا عدة شعبان

ثلاثین (بخاری ۱/ ۲۵۶، مسلم ۱/ ۳۴۷)

۷۔ عن ابی ہریرہؓ: صوموا لروية وافطروا لروية فان غم عليكم فصوموا ثلاثين يوما (مسلم ۱/ ۳۴۷)

۸۔ عن ابی ہریرہؓ: لا تصوموا حتى تروه ثم تروه فان حال دونه غمامة فائتموا العدة ثلاثين (ابوداؤد، صوم ۷ احمد ۳/ ۳۳)

۹۔ عن ابی ہریرہؓ: لا تصوموا قبل رمضان، صوموالروية وافطروا لروية فان حالت دونه غياية فاكملوا ثلاثين يوما (ترمذی صوم ۵، نسائی صیام ۷)

۱۰۔ علی ابن عباس: صوموالروية فان حال بينكم وبينه سحاب فاكملوا العدة ولاتستقبلوا الشهر استقبالا (نسائی صیام)

## حدیث رؤیت پر ایک جامع بحث

ان احادیث عشرہ میں 'رؤیت' کی تاکید کی انتہا کر دی گئی ہے اور مثبت و منفی ہر انداز میں ایک ہی بات فرمائی گئی ہے یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حدیث رؤیت پر ایک فقہی نظر ڈال لی جائے۔

## رؤیت کا معنی

الرئوية النظر بالعين والقلب وهى مصدر رائى، والرئوية بالعين تتعدى الى مفعول واحد، وبمعنى العلم تتعدى الى المفعولين (لسان العرب) رؤیت کے معنی ہیں آنکھ اور دل سے دیکھنا یہ فعل رائی کا مصدر ہے۔ دیکھنے کے معنی میں فعل رؤیت متعدی بیک مفعول ہوتا ہے اور علم کے معنی میں متعدی بدو مفعول ہوتا ہے۔

## رؤیت کی حقیقت:

اذا اضيفت الى الاعيان كانت بالبصر كقوله: صوموالرئوية وأفطروالروية، وقد يراد بها العلم مجازا (الكليات) جب رؤیت کی نسبت کسی شے کی طرف ہو تو اسکا معنی نگاہ سے دیکھنا ہوتا ہے جیسے صوموالرویۃ میں رویۃ الھلال یعنی چاند دیکھنا اور کبھی یہ مجازاً جاننے کی معنی میں بھی آتا ہے۔

## رؤیت ہلال کا شرعی مفہوم:

المقصود بروية الهلال: مشاهدته بالعين بعدغروب الشمس اليوم التاسع والعشرين من الشهر السابق: فمن يعتد خبره وتقبل شهادته فيثبت دخول الشهر برئوية (الموسوعة الفقهية) وزارة الاوقاف ـ الكويت) یعنی شریعت میں رؤیت ہلال سے مراد یہ ہے

کہ گزرے ہوئے مہینے کی ۲۹ تاریخ کو غروب آفتاب کے بعد کچھ قابل اعتبار لوگ اپنی آنکھوں سے چاند کو دیکھیں ۔ایسی رؤیت سے نئے ماہ کی آمد ثابت ہو جاتی ہے۔

حدیث رؤیت کے مدلولات :

کسی نص شرعی کی چھ دلالتیں ہو سکتی ہیں : عبارۃ، اشارۃ، اقتضاء، تنبیہ، خطاب، علت۔ آیئے دیکھیں کہ رؤیت کی زیر بحث نص : صوموالرویۃ ان میں سے کن دلالتوں کے ذریعہ کیا رہنمائی کرتی ہے۔

۱۔ عبارۃالنص

حدیث رؤیت کا مقصود و مدعا ثبوت ھلال کیلئے صرف طریقہ رؤیت کو اپنانے کی تلقین اور دیگر ذرائع جیسے حساب کی ممانعت کرنا ہے۔ یہ امر کہ یہی بات اس حدیث کا عبارۃالنص ہے۔ مندرجہ ذیل قرائن سے ثابت ہے : اولاً خود حدیث کے الفاظ اور اسکے متنوع اسلوب ہے ان اسالیب میں جو حصر کا مفہوم موجود ہے وہ ذریعہ رؤیت کے سوا ہر طریقہ کی کلیتاً نفی کرتا ہے :صوموالرئویة ، لاتصوموا حتی تروه ، واذارائیتموه فصوموا۔ رؤیت کر کے ہی روزہ رکھو، جب تک رؤیت نہ کرو روزہ نہ رکھو، جب رؤیت کرلو تو روزہ رکھو، گویا روزہ صرف رؤیت ہی کی بنا پر رکھا جاسکتا ہے۔ اسکے بغیر کسی صورت میں نہیں رکھا جاسکتا۔

ثانیاً حدیث کا متعدد سیاق و سباق ہے۔ صوموالروية ـ وافطروالروية، وانسكوالها ، فان غم عليكم فاكملوا، فان شهد شاهدان فصوموا نیز انا أمة امية لا نكتب ولا نحسب۔ یعنی رؤیت ہی سے روزہ رکھو اور اسی سے روزہ کھولو، قربانی و حج اسی سے کرو۔ مطلع کی آلودگی رؤیت میں مانع ہو تو کوئی اور ذریعہ اپنائے بغیر رواں مہینہ کو ۳۰ تک مکمل کرلو، اگر دو گواہ مل جائیں تو اسکے مطابق عمل کرو۔ ابر کی حالت میں جبکہ رؤیت کا طریقہ قابل عمل نہیں رہ جاتا توقع ہو سکتی تھی کہ کوئی اور طریقہ مشروع ہو جائے لیکن تمام احادیث میں یہی فرمایا گیا کہ بادل ہوا اور چاند نظر نہ آسکتا ہو تو تیس کی گنتی پوری کرو۔ إن غم عليكم،إن أغمى عليكم۔ إن حالت دونه غياية ـ إن حال دونه غمامة ، ان حال بينكم وبينه سحاب ـ اكملوا العدة ثلاثين، أتموا العدة ثلاثين ، عدوا ثلاثين، اقدروا له ثلاثين ، صومواا ثلاثين يوما۔ ان میں کہیں یہ نہیں فرمایا گیا کہ چاند نظر نہ آسکتا ہو تو فلاں یا فلاں ذریعہ اپناؤ یا اس سے مدد لو۔ تو فلاں یا فلاں ذریعہ کو اپناؤ یا اس سے مدد لو۔ مذکورہ پانچوں سیاق و سباق سے یہ بات مؤکد ہو جاتی ہے کہ ہر حال میں رؤیت ہی واحد طریقہ ثبوت ہلال ہے حساب فلکی قطعاً نہیں یہی بتانا حدیث کا مقصود تبعی کا درجہ رکھتی ہے وہ یہ کہ بلا رؤیت روزہ وافطار نہ کیا جائے جس سے اقتضاءاً لازم آتا ہے کہ مطلع غیر کی رؤیت کو تسلیم نہ کیا جائے بالفاظ دیگر اختلاف مطلع کو معتبر مانا جائے۔

## ۲۔ اقتضاء النص :

چنانچہ اس حدیث کا مقتضی یہ ہے کہ ہر مقام کی اپنی طبعی رؤیت مراد ہو اور مطلع غیر کی رؤیت پر روزہ نہ رکھا جائے اگر ہر مقام عبادت پر اسکی اپنی مقامی رؤیت تسلیم نہ کی جائے تو اس مقام پر رؤیت کی بنا پر روزہ رکھنے کی تعمیل نہ ہو سکے گی، دوسرے مطلع کی رؤیت پر روزہ رکھنے کے لازمی معنی یہ ہونگے کہ اس مقام پر حقیقتاً عدم رویت کی بنا پر روزہ رکھا گیا اور یہ بات حدیث کے اس مقصود (بعنی) کے خلاف ہوگی کے رؤیت کر کے ہی روزہ رکھا جائے۔

## ۳۔ اشارہ النص :

یہ ہدایت و پابندی کہ رؤیت کر کے ہی روزہ رکھا جائے، صرف مطلع اول کیلئے خاص نہیں ہے بلکہ ہر مقام کے لئے عام ہے اور اس پر عمل کرنا سب پر واجب ہے کیونکہ حدیث سے اشارۃً یہ بات واضح ہے کہ روزہ رکھنا ایک مشروع عمل یا شرعی حکم کی حیثیت سے ثابت واجب اور عام ہے جیسا کہ کتب علیکم الصیام کی آیت میں یہی بات بطور مدعا بیان ہوئی ہے۔

## ۴۔ خطاب النص

صوموا لرویتہ یعنی رؤیت کر کے روز رکھو کا مفہوم مخالف بھی یہاں معتبر ہے یعنی یہ کہ جب تک رؤیت نہ کرو روزہ نہ رکھو۔ اور یہ مفہوم خود حدیث شریف میں بیان کر دیا گیا ہے کہ لا تصوموا حتی تروہ۔ نیز یہ مفہوم اسلیئے بھی معتبر ہے کہ

اول : اصول فقہ کی رو سے جب نص سے مقصود کسی حکم کو اسکے سبب کیساتھ بیان کرنا ہو تو جہاں اصل مطلوب اس سبب کا اثبات ہوتا ہے وہیں اس سبب کے علاوہ کی نفی بھی ہوتا ہے یعنی رؤیت ہی سبب صوم ہے کوئی اور ذریعہ ہرگز نہیں۔

دوئم : رؤیت اور ھلال کے الفاظ کے لغوی دلالت اس مفہوم کی تائید کرتی ہے کیونکہ چاند کا فلکی وجود یا حسابی طلوع لفظ رؤیت اور لفظ ہلال کا مصداق نہیں بن سکتا۔ رؤیت آنکھ سے دیکھنے کو کہتے ہیں اور ہلال پہلی تاریخ کے اس چاند کو کہتے ہیں جو افق پر آنکھ سے دکھائی دے۔ (جاری ہے)

**خط و کتاب کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔**